ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

عنایت اللہ مشرقی اور ڈارون کا نظریہ ارتقاء

Inayat Ullah al-Mashriqi and Darwin's Theory of Evolution

Yasmin Subhan: Ph.D. Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore/
Lecturer, Govt. Associate College Kot Radha Kishan, Kasoor.
Dr. Samina Saadia: Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore/

Abstract:

There are two major influential and prominent theories about the origin of life in this universe: One is theistic theory of "Divine Creation" or "Intelligent Design" which emphasizes that there is a "Supernatural Power" or an "Intelligent Designer" Who has created this universe along with all its living creatures including human beings.

The other theory is based on atheistic approach of Darwinism. It asserts that all living beings have a common, individual ancestor. Life was emerged in simple organism in the sea by the process of evolution and it evolved and diversified into different species which finally culminated in man various epochal times.

During this era, only those species survived who adapted to their environment. Inayatullah Mashriqi has advocated this theory of Darwin and claimed it as "the climax of human knowledge". In his re-markable book "Tazkira", he insists that by following the Darwin's concept of "Survival for the Fittest", Man can not only touch the apex of humanity but also share "Godly Features and Traits".

This theory basically denies God as the Creator and Originator of the universe and its creation. It also opens the new ways of false interpretations and suppositions in Quran which influence the young minds of new generation in a wrong direction. That's why I feel a need to analyze these aspects of Allama Mashraqi's concept to eradicate these delusions and fallacies.

Keywords:

Divine Creation, Intelligent Design, Darwinism, Common Ancestor

تمہید

ازل سے انسان کی متجسس فطرت اسے اپنی ذات کی کھوج لگانے پر مجبور کرتی چلی آرہی ہے کہ وہ کہاں سے آیا؟ اور کیسے آیا اور جس کائنات میں وہ رہ رہا ہے اس کا اور اس میں موجود زندگی کا نقطہ آغاز کیا ہے۔ ہر دور میں انسان نے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے نتیجے میں مختلف ادوار میں متعدد نظریات سامنے آئے۔ لیکن عصر حاضر میں دو اہم نظریات کائنات میں آغاز حیات کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔

ایک نظریہ تخلیق الٰہی ہے کہ ایک قادر مطلق ہستی ہے جو اس کارزار جہاں میں زندگی اور اس کے لوازمات کی تخلیق کی ضامن ہے اور اس کائنات رنگ و بو میں زندگی کی جو رمق بھی ملتی ہے وہ اسی کے قول "کن فیکون" کا نتیجہ ہے۔ جبکہ ایک دوسرا متضاد نظریہ بھی موجود ہے جو کہ الحاد پرستی اور مادہ پرستی کا علمبردار ہے اور اس بات کا داعی ہے کہ یہ کائنات خود بخود ایک اتفاق اور حادثے کے نتیجے میں وجود میں آئی جس کے بعد کروڑ ہا برس میں مختلف ارتقائی مراحل سے گزر کر سمندر میں زندگی یک خلوی جاندار سے شروع ہوئی اور تدریجاً تکمیل کے مراحل طے کرکے انسان کی شکل میں منتج ہوئی۔

اگرچہ یہ نظریہ ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے لیکن 1859ء میں چارلس ڈارون نے اس نظریے کو اپنی کتاب "The Origin of Species" میں سائنٹفک انداز سے پیش کرکے اسے نئی جہت عطا کی جس کے ساتھ ہی دنیا میں ہر طرف سے سائنس زدہ ذہنوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ عصر حار میں ڈارون ازم باقاعدہ ایک مذہب بن گیا ہے۔

برصغیر میں بھی نہ صرف ملحدین بلکہ چند متجدد مسلم مفکرین و دانشوروں مثلاً سر سید احمد خان، عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ نے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ اسے قرآنی آیات کی روشنی میں ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ جبکہ عنایت اللہ مشرقی نے تو اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذکرہ" و "تکملہ" میں اس بات کا صریحاً اعتراف کیا ہے کہ مسئلہ ارتقاء دراصل انسانی علم کی معراج ہے اور قرآن پاک اس عظیم الشان مسئلے کا مؤید ہے۔ مشرقی صاحب نے جس طرح قرآنی آیات کی من مانی تشریح و تاویل کی ہے۔ وہ صریح گمراہی ہے جس نے بعد میں آنے والے ذہنوں کو شدید متاثر کیا اور وہ جمہور امہ کے مسلک کو چھوڑ کر نظریہ ارتقاء کے گمراہ کن پروپیگنڈے کے زیر اثر قرآنی آیات میں تاویل باطلہ کے مرتکب ہونے لگے۔

چنانچہ اس آرٹیکل میں مقالہ نگار نے عنایت اللہ مشرقی کی نظریہ ارتقاء کے نقطہ نظر سے کی گئی تشریحات کا مختلف مفکرین اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں جائزہ لے کر ان کے سقام و ابہام کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ نسل نو پر ہونے والے ان خیالات باطلہ کے اثرات کو زائل کرنے میں مدد مل سکے۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء

ارتقاء جس کو اگر ماحول اور حیوان کے درمیان تعامل کے نتیجے میں انواع کی تبدیلی کے ہم معنی تصور کیا جائے تو نظریہ ارتقاء کوئی بالکل جدید نظریہ نہیں بلکہ اس کی تاریخ کافی قدیم ہے۔ البتہ سائنٹفک بنیاد پر اس نظریہ پر بحث سترھویں اور اٹھارہویں صدی کے علمی حلقوں میں بکثرت نظر آتی ہے بلکہ سیموئیل بٹلر کے نزدیک:

> "بفون، ارا سمس ڈارون (چارلس ڈارون کا دادا) اور لامارک اس نظریے کو چارلس ڈارون سے پہلے پیش کر چکے تھے۔"[1]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

لیکن اس نظریے کو اصل شہرت ۱۸۵۹ء میں چارلس ڈارون (۱۸۸۳-۱۸۰۹) کی شہرہ آفاق کتاب "The Origin of Species by Means of Natural Selection" منظر عام پر آنے کے بعد ملی۔

۱۸۳۶-۱۸۳۱ تک امریکی ساحلوں اور مختلف ممالک کی طرف کیے گئے بحری سفر میں ڈارون نے جو مشاہدات کیے، ان کی بنا پر انواع کی ابتداء کے متعلق وہ اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے:

"انواع کی ابتداء کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بالکل ممکن ہے کہ ماہر فطرت عضوی افراد کی باہمی مماثلت پر توجہ کرے اور ان کی جغرافیائی تقسیم ارضیاتی تسلسل اور ایسے ہی دوسرے حقائق سے اس نتیجے پر پہنچے کہ انواع کی تخلیق انفرادی طور پر نہیں ہوئی بلکہ وہ دوسری انواع کی ذیلی تقسیموں کی طرح وجود میں آئی ہیں۔۔ اگر یہ نتیجہ پوری طرح واضح بھی ہو جائے تو بھی اس وقت تک غیر اطمینان بخش ہوگا۔ جب تک یہ نہ دکھایا جائے کہ دنیا میں بے شمار انواع میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں تاکہ ساختی تکمیل اور تطابق حاصل ہو جائے جو ہمارے استعجاب کو اور بھی بڑھا دے۔"[2]

اس طرح ڈارون کے مطابق انواع کی ابتداء انفرادی طور پر نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنے ماحول کی بدولت ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ لیکن وہ انواع کی تشکیل کے اس نظریے میں کچھ تذبذب کا شکار ہیں۔ اور اس پر یقین کو اس وقت تک موخر کرتے ہیں جب تک ارتقائی مراحل کے شواہد نہ دیکھ لیے جائیں یعنی اگر ایک نوع دوسری نوع میں تبدیل ہوتی ہے تو اس کی گمشدہ کڑیاں ضرور مل جائیں گی۔

ڈارون کے مطابق جانداروں کی مختلف انواع ماحول اور جغرافیائی اجسام کی باہمی مشابہت اور جینیاتی تعلق کی وجہ سے انفرادی طور پر وجود میں نہیں آتی بلکہ ایک نوع دوسری انواع سے وجود میں آتی ہے۔ اور یہ بھی کہ والدین سے بچے کچھ خصوصیات میں مشابہ ہوتے ہیں اور کچھ خصوصیات میں مختلف ہوتے ہیں۔

پھر ان تبدیلیوں میں بعض تبدیلیاں بچوں کو کمزور بنا دیتی ہیں، وہ مٹ جاتے ہیں اور بعض تبدیلیاں کچھ کو قوی تر بنا دیتی ہیں۔ ان کو تبدلات کہتے ہیں۔ یہ تبدلات ماحول میں جانوروں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اور ان کی بقاء کے لیے ان کی مدد کرتے ہیں جسے جہد للبقاء کہا جاتا ہے اور جو کمزور ہوتے وہ فنا ہو جاتے ہیں اور جو جد و جہد کرنے کے لیے مضبوط ہوتے ہیں قدرت انہیں زندہ رہنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ نظریہ فطری انتخاب ہے۔

اس جد و جہد میں بچ کر رہنے والے افراد صالح تر ہوتے ہیں اور یہ اکثر اپنی نسل کو اپنی بہترین خصوصیات نسل کشی کے ذریعے منتقل کر دیتے ہیں اور پھر اس طرح آہستہ آہستہ بہترین اور مفید خصوصیات کے منتقل ہونے سے ایک طویل عرصے بعد ایک نئی نسل وجود پذیر ہوتی ہے جو کہ اپنے جد امجد سے بالکل ایک نئی نوع ہوتی ہے۔[3]

چارلس ڈارون اپنے نظریہ ارتقاء میں انسانوں اور جانوروں کے درمیان ایک بنیادی تعلق کو بیان کرتا ہے کہ انسان اور دوسرے تمام ممالیہ جاندار بذریعہ ارتقاء مشترکہ آباؤ واجداد سے پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ ڈارون کی نظریہ ارتقاء پر دوسری مشہور کتاب "The Descent of Man" کا تو مقصد ہی اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ انسان دوسرے جانداروں کی ترقی یافتہ شکل ہے اور اس کو بذات خود ایک علیحدہ نوع کی حیثیت سے خصوصی طور پر تخلیق نہیں کیا گیا ہے۔

"The major theme of the first part of the work is simply that man descended from other animals and was not specially created."[4]

ڈارون کے مطابق انسان ساخت و بناوٹ میں اینتھروپومارفوس بندروں سے گہری مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن انسان اس حقیقت کو بوجوہ فخر کے تسلیم نہیں کرتا۔[5]

یعنی موجودہ ترقی یافتہ انسان بندروں کی ارتقائی شکل ہے۔ اگرچہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء شروع سے ہی ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔ شروع سے ہی اس کے حق میں اور مخالفت میں شدومد سے متضاد آراء سامنے آتی رہی ہیں لیکن اس کے باوجود اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی نہ صرف اس وقت کے مادہ پرست فلاسفر اور سائنسدانوں نے اس پر لبیک کہا بلکہ آج کے دور میں بھی اسے باقاعدہ ایک تھیوری کے طور پر سکولوں اور تعلیمی اداروں میں بطور نصاب پڑھایا جارہا ہے اور ذرائع ابلاغ بھی شدومد سے اس کا پرچار کر رہے ہیں جس کی بدولت لوگوں کی مذہب بیزاری اور خدا کے وجود سے انکار میں اضافہ ہو رہا ہے۔

عبدالحمید صدیقی اس کی شہرت اور ترویج کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ’’ایمان باللہ کے خلاف اس عہد میں جو تعصب پھیلا ہوا تھا، وہی اس کو لبیک کہنے کا سبب ہوا۔ پالی نے مشاہدات فطرت سے خدا کی ہستی پر جو استدلال کیا تھا اور تخلیق کے لیے اس نے خالق کے وجود پر جو دلائل قائم کیے تھے وہ ایسے قوی تھے کہ دہریوں کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ڈارون نے آگے بڑھ کر یہ نظریہ پیش کیا کہ قدرت کے اس کارخانہ میں جو انتظام وانصرام یا جو منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ یہ محض بخت واتفاق کا نتیجہ ہے۔ یہ جواب خواہ کتنا ہی کمزور ہو مگر چونکہ سائنٹفک طریق استدلال کے ساتھ پیش کیا گیا تھا اس لیے اہل سائنس نے اسے فوراً قبول کرلیا اور اس شدومد سے اس کا صور پھونکا کہ خداپرستی کا اعتقاد متزلزل ہوگیا۔‘‘ [6]

برصغیر کے مفسرین اور نظریہ ارتقاء

مغرب کی طرح برصغیر میں بھی تجدد پسند مفکرین اور چند مسلم مفسرین نے نظریہ ارتقاء کو ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ مختلف تجدد پسند مفسرین مثلا سرسید، علامہ عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ نے تو نظریہ ارتقاء کو قرآنی آیات کی روشنی میں ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی بلکہ بسا اوقات اس کوشش میں وہ اس حد تک تجاوز کرگئے کہ قرآن میں تاویل بلکہ تحریف کے مرتکب بن گئے۔

برصغیر میں سرسید جو کہ تجدد پسندی کے سرخیل ہیں، انسان اور تمام جانداروں کی تخلیق کا مبداء ایک ہی مادے کو قرار دے کر ڈاروینی نقطہ نظر کی نہ صرف تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ اس کو عین قرآن کی تعلیم قرار دیتے ہیں۔

تہذیب الاخلاق میں سرسید اپنے ایک مضمون ’’ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت پر انسان کی ترقی‘‘ میں تو باقاعدہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ’’وہ بندر جو اب بھی پائے جاتے ہیں اور جن کو اوران، اوتان اور البیشھکوس کہتے ہیں۔ بہت سی چیزوں میں انسان کے مماثل ہیں اور مسٹر ڈارون جن کی نسبت کہتے ہیں کہ چند بیچ کی کڑیاں ناپید ہوگئی ہیں یا دستیاب نہیں ہوئیں، اگر دستیاب بھی ہو جاویں تو بجز مماثلت کے اور کوئی نیا امور ان سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہم خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان بھی اسی نوع حیوان میں سے ہے جس نوع میں بندر داخل ہیں۔ مگر انسان اس نوع کا سب سے اعلیٰ جانور ہے جس سے اوپر اس نوع کا کوئی جانور نہیں۔ اس وقت میرے دل نے کہا کہ اسی سے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔‘‘ [7]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

ہم دیکھتے ہیں کہ جس بات پر ڈارون صاحب بھی ابھی تذبذب میں ہیں اور گمشدہ کڑیوں کی دستیابی کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہتے۔ سر سید احمد خان اس کے بارے میں متیقن ہیں کہ اگر وہ کڑیاں دستیاب ہو بھی جائیں تو بھی باہمی مماثلت کو ہی ثابت کریں گی۔ جبکہ یہ کڑیاں تاحال ڈیڑھ صدیاں گزرنے کے بعد تاحال دریافت نہیں ہو سکی ہیں۔

سر سید ایک ہی شے جاندار سے زندگی کی ابتدا اور اس سے ارتقاء کے ذریعے انسان کی پیدائش کے عقیدے کو مذہب اسلام کے خلاف نہیں گردانتے

۔

سر سید کے اس نظریے نے بعد میں آنے والے تفسیری ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے اور آپ کے بعد آنے والے مختلف علماء و مفکرین اس نظریے کے زبردست داعی بن گئے۔ مثلاً علامہ عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز کی تحریروں میں بھی اس نظریے کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی اور نظریہ ارتقاء

علامہ عنایت اللہ مشرقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرہ کے دیباچہ میں مسئلہ ارتقاء کو بیان کرنے کی وجہ ہی یہ حقیقت بیان کی ہے کہ قرآن مسئلہ ارتقاء کا زبردست موید ہے۔ جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں:

''ہم نے اس تصنیف کے ابتدائی اوراق میں ان مباحث عالیہ کو محض اس لیے جگہ دی ہے کہ کلام الٰہی کے ان متلاشیوں پر، جو اس کی ہر آیت میں ایک مستقل حقیقت کے موجود ہونے کا یقین رکھتے ہیں، مسئلہ ارتقا کی اہمیت (جو فی الحقیقت انسانی علم کا معراج ہے)، ایک حد تک واضح ہو جائے اور ساتھ ہی ان علمائے فطرت کے ذہنوں میں جو قرآن کو لاشے سمجھ کر اس سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اس عجیب و غریب کتاب کی دقتِ مطالب اور عمیق نظر کا اندازہ ابتدا سے ہو جائے۔ وہ آئندہ اوراق میں دیکھیں گے کہ قرآن کس قدر اس عظیم الشان مسئلے کا مؤید ہے۔''[8]

علامہ عنایت اللہ مشرقی اپنی کتاب ''تذکرہ'' و ''تکملہ'' میں جابجا مسئلہ ارتقا کی نہ صرف تائید کرتے ہیں بلکہ قرآن کی روشنی میں اس کی مختلف شقوں کی وضاحت کر کے اس کو عین قرآنی تعلیمات کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ مثلاً آپ آیت استخلاف بیان کرتے ہیں:

''وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ''۔[9]

یعنی جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بد کردار ہیں۔

علامہ صاحب استخلاف فی الارض کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

”شارع قدرت کا یہ حتمی میثاق نہ صرف اسلام بلکہ تمام اقوام عالم کی حیات و ممات کا مکمل اور آخری فیصلہ ہے۔ قرآن کریم کی حجت بالغہ، اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ و مانعہ، جہد للبقا اور مقاومۃ للنفس کے اس طبعی نتیجہ پر تیرہ سو برس پہلے پہنچ چکی ہے۔ جو فلسفہ دان فارابی، ہیگل اور ڈارون کے مسئلہ ارتقاء، انتخاب طبیعی کی اصطلاح میں ”بقائے اصلح“ کے نام سے معروف ہے۔ اس آیۃ کریمہ میں دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے: اولاً یہ کہ استخلاف فی الارض یعنی بقا و استبقاء کے لیے ایمان شرط ہے اور اللہ کا وعدہ انہی لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔ ثانیاً یہ کہ ایمان کامل کے ہوتے ہوئے اعمال صالحہ کا اکتساب لازمی امر ہے۔ جس جماعت کے افراد میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہی اصلح ہے اسی کی حیات اور سلامتی کا ذمہ قانون فطرت نے اپنے اوپر لیا ہے۔ قرون ماضیہ کی اقوام متمدنہ کی طرح اسی کا غلبہ اور استخلاف قائم رہے گا جب تک ایمان اور صلاحیت عمل ان میں باقی رہے اور فسق اور کفر کی حد تک نہ پہنچیں۔“[10]

علامہ صاحب اس نظریہ ارتقاکے قانون بقائے اصلح کے تحت صالح اور غیر صالح نوع کی تعریف بیان کرتے ہیں:

مختلف انواع و اجناس کا ظہور اور قیام، خارجی اور مقامی حال و احوال اور باطنی استعداد صعود کے متفقہ زور اثر سے ہوا ہے۔ جو نوعیں احوال طبیعت کی خارجی مزاحمت کے بالمقابل پوری نہ اتر سکیں مٹتی گئیں۔ جنہوں نے اس کشمکش میں پورا حصہ لے کر اپنے آپ کو مستعد ثابت کیا صعود کرتی گئیں۔ عالم حیات کا سبب کون و فساد اسی عالم آرا اصول کے ماتحت ہو رہا ہے۔

حفظ نفس اس مزاحمت کا محرک اول ہے جس نباتی یا حیوانی نوع کا استخلاف زمین کے کسی حصے پر قائم ہے۔ وہ 'صالح' ہے۔ جس کا تمکن فی الارض مٹتا جا رہا ہے۔ وہ غیر 'صالح' ہے۔ جو نوع سب سے متمکن، سب سے زیادہ مجاہد اور مستعد، سب سے زیادہ تکثر اور ارتقائی اہلیت رکھتی ہے۔ وہی اپنے دائرے کے اندر 'صالح' ہے اسی کا بقا قطعی ہے۔ فطرت خود بخود اس کا انتخاب کرکے اس کو بے خوف و خطر کر دیتی ہے۔“[11]

بلکہ علامہ صاحب کتاب الٰہی کے بارے میں بھی یہ دعویٰ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں:

'کتاب الٰہی نے کس التزام کے ساتھ استخلاف فی الارض کی شرط کو جابجا سعی و عمل، امتحان و ابتلا تگ و دو قرار دیا ہے جو مسئلہ ارتقاء کی اصلی روح رواں ہے۔“

چنانچہ اسی ضمن میں انسان کی تکوین کو ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”انسان کی تکوین کم تر مخلوق کے ارتقاء سے ہوئی، مگر اس انقلاب عظیم کی تکمیل میں قرن ہا قرن گزر گئے۔ حتیٰ کہ ایک نوع کا انتقال اس سے اگلی نوع میں بھی ہزار ہا برس میں ہوا۔ اس مدت مدید میں زمین بھی لا انتہا جغرافی اور طبیعی، کیمیاوی اور تعمیری انقلابات کا مکین رہی اور اب تک ہے۔ ارتقاء کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اس نقطہ نظر سے بہت ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد انسان اپنی قوتوں، صلاحیتوں اور علم و عمل میں ارتقاء کرتے ہوئے اس سے بھی بہتر مخلوق بن سکے جو اپنی صفات میں شارع کائنات کی ذات سے قریب تر ہو۔" [12]

علامہ مشرقی صاحب آگے چل کر تسخیر کائنات کے لیے انسانی جدوجہد کے متوقع انعام کا تذکرہ کرتے ہیں:

کیا عجب کہ اس الشان دن کو خدائے لایزال کی رحمت اور رافت اس جوش میں آئے کہ خدا اور انسان آپس میں بغل گیر ہو جائیں اور انسان کی روح خدا کی روح سے مل کر ایک ہو جائے اور ابدالآباد تک انسان کا یہ کارنامہ صفحہ کائنات بلکہ لامکان پر ایک دائمی نقش چھوڑ جائے! بلکہ ثابت ہو جائے کہ خدا نے اپنی روح انسان میں اسی لیے پھونکی تھی کہ اس میں ربانی صفات بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں اور اب کہ وہ صفات پیدا ہو چکیں۔ انسان مظہر خدا ہی نہیں رہا بلکہ خدائے لم یزل کی روح کے اندر حلول ہو کر ایک اور لاشریک اس طرح پر ہو گیا کہ ان میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ [13]

یعنی مشرقی صاحب کے نزدیک انسان کی تخلیق و تکوین بھی ارتقاء کا نتیجہ ہے بلکہ اگر انسان اسی قانون بقائے اصلح کے تحت اپنی صلاحیتوں اور علم و عمل کے ارتقاء میں مستعد رہے گا تو وہ وقت دور نہیں جب وہ صفات میں شارع کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قریب تر ہو جائے گا۔ یعنی علامہ عنایت اللہ مشرقی صاحب وحدت الوجود اور نظریہ حلول کے قائل نظر آرہے ہیں جبکہ وحدت کائنات اور وحدت حیات کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ چیزوں کی ایک ہی علت العلل، ایک ہی صورت ایک ہی نسخہ حیات ہے۔ آپ کے نزدیک:

"ماہیت حیات کا راز سب روئے زمین پر ایک ہے، اس کا کیف و حال سب مخلوق میں ایک ہے، اس کے لازمات اور ماجربات، تاثرات اور محسوسات ایک ہیں۔ پانی اس کا وہ مشترک اور عالم آراء قوام ہے جس کے بغیر اس کا قائم رہنا محال ہے۔ ارتقائے حیات کے مختلف منازل میں یہی وہ شے ہے جو ہر حال میں موجود ہے۔ اس بنا پر حیات کی روئے زمین پر وحدت بھی ایک بدیہی امر ہے۔ [14]

علامہ صاحب اپنے موقف میں سورۃ انبیاء کی آیت بیان کر رہے ہیں:

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ [15]

کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟

پھر آگے ڈارونی نظریہ ارتقا کی تائید و تثبیت کے ضمن میں مختلف مظاہر فطرت اور مشاہدہ افلاک کے تذکرے کے بعد انسانی فطرت کے تدرج کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

"خود انسان کی مائل بہ حیوانیت فطرت زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ انسان کسی ادنی مخلوق کا ملخص اور کم تر مولود سے ماخوذ ہے۔" [16]

لیکن علامہ صاحب کے نزدیک انسان بہر حال باقی مخلوق سے بہترین مخلوق ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

”عالم موجودات کی سب ذی حیات مخلوق، بشمولیت نباتات وخوردبینی حیوانات، ایک سلسلہ تکوین کی مختلف کڑیاں ہیں جن کو بقدر ان کے اعضائے رئیسہ وغیر رئیسہ کی سہولت واشکال ترکیب کے ایک تدریجی سلسلے میں پیوست کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب تکوین آفرینش کے مختلف مراحل میں ایک معین ترتیب سے ہوئی اور بتدریج ہوئی۔ اس نردبان کا کمال اوج انسان ہے جس کے اعضا کی تقویم سب ادنی حیوانات سے بہر نوع بہتر ہے۔“[17]

ایک اور جگہ علامہ صاحب ارتقائے حیات کی تشریح میں سلسلہ تکوین کے متعدد مراحل بیان کرکے اس کی تکمیل کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

ان انواع شریفہ کا مقدمہ الجیش ”الحیات الوسطی“ کے ادنی طبق میں ہی نمودار ہوگیا تھامگر فرعی ارتقا احسن الخلق انسان پر آکر مکمل ہوا۔ طبعی حکماء کا اندازہ ہے کہ یہ تمام نوع اور جنسی تبدیلیاں لاکھوں بلکہ کروڑوں برس میں جاکر واقع ہوئیں اور بتدقیق تمام ہوئیں۔ ادنی مخلوق ہی بلند تر طبقوں میں اسی ایک سلسلہ توالد وتناسل کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً اعلیٰ مخلوق میں مبدل ہوتی رہی۔ کسی نوع یا جنس کا ناگہاں اور بلاواسطہ ظہور مافوق الطبعیی یا خارق عادت اصول پر نہیں ہوا۔ جیساکہ عوام کا خیال ہے۔[18]

اس تدریجی سلسلہ تکوین کی مزید وضاحت کے لیے آپ آگے سورۃ نور کی درج ذیل آیت بیان کرتے ہیں:

وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ-فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ-وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ-وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ-یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ-اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ-وَ اللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔[19]

اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا توان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس آیت کے مفہوم کو علامہ صاحب نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

”اور لوگو! اس خلاق عالم کی طاقت کی یہ شان ہے کہ اس نے روئے زمین کے تمام حیوانوں کو ایک ہی نطفے اور ایک ہی سلسلہ توالد و تناسل کے ذریعے سے (من ماء) پیدا کیا اور آج اس وحدت تناسل کا نتیجہ یہ حیرت انگیز ہے کہ ان حیوانوں میں سے بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو صرف دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں (اور یہ محیر العقول تباین اور اختلاف اسی ترتیب و تسلسل سے اس ایک نطفے کی قوت تولید میں ظاہر ہوا ہے)۔ لوگو! خدا جو شے جس ذریعے سے مناسب سمجھتا ہے پیدا کردیتا ہے۔ بگوش ہوش سن رکھو کہ وہ ہر بات کے کردینے پر قادر ہے۔ اے ساکنان زمین! ہم نے تم کو علم اور کوتاہ نظر انسانوں پر یہ حقیقت کشا اور جہاں نما آیات اوج آسمان سے اتاری ہیں تاکہ تم پر تکوین حیات کا راز بین ہوجائے اور یاد رکھو کہ خدائے عظیم اسی کو علم کے صراط مستقیم پر لے جاتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے۔“[20]

مزید لکھتے ہیں:

"کل کی تعمیم، ماء کی تنکیر و تنوین اور خلق کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں مراد ایک سلسلہ تناسل ہے۔"[21]

دراصل ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ مشرقی صاحب نہ صرف کائنات کے تدریجی اور ارتقائی تعمیر کے قائل ہیں بلکہ ارتقائے حیات کے ڈارونی نظریے کو قرآن کی تائید و تثبیت مہیا کرنے کے لیے اپنی سی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس ضمن میں وحدت الوجود اور نظریہ حلول جیسی گمراہ کن فکر کے بھی قائل نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی ارتقائے حیات کے قائل نظر آرہے ہیں کہ تمام جانوروں کی تخلیق، سمندر سے ہوئی اور تمام جاندار ایک خلیے سے بنے ہیں۔ جیسا کہ آپ خوردبینی اجرام کے بارے میں "دو قرآن" میں تحریر کرتے ہیں:

"یہ حیوانات صرف ایک خلیہ سے بنے ہیں اور سب سے پہلے یہی جانور عالم وجود میں آئے تھے۔ آج ان جانوروں کے خول ان پہاڑوں میں ملتے ہیں۔ جو لاکھوں سال تک پانی کے نیچے رہے، جس سے لازما ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ ابتدائی کیڑے موجودہ ارتقاء یا اختراع انواع کے آباء واجداد تھے۔"[22]

برصغیر میں عنایت اللہ مشرقی کے ساتھ ساتھ سرسید کے پیروکار غلام احمد پرویز صاحب نے بھی "ابلیس و آدم" میں تخلیق انسانی کو نظریہ ارتقا کی روشنی میں ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ اپنی تفسیر اور دیگر کتب میں بھی وہ نظریہ ارتقاء کی تائید کرتے ہیں۔

اپنی کتاب "عالمگیر افسانے" میں پرویز صاحب نوع انسانی کی ابتدا کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"نوع انسانی، سطح ارض پر زندگی کے سلسلہ ارتقاء کی آخری کڑی ہے۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ خدائے خالق کائنات کی اسکیم کے مطابق غیر ذی حیات مادہ (Inorganic matter) اور پانی کے امتزاج (یعنی قرآن کے الفاظ میں، طین لازب)، سے زندگی کا اولین جرثومہ (Life Cell) ظہور میں آیا، جو جوش نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا۔ اس کا ایک حصہ نر کی خصوصیات کا حامل تھا اور دوسرا مادہ کی۔ اس سے زندگی آگے بڑھنے شروع ہوئی اور جرثومات سے کیڑوں مکوڑوں کی شکل میں سامنے آئی، وہاں سے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی، آبی حیات اور پھر خشکی کے جانداروں کی صورت میں جلوہ پیرا ہوئی۔ اس سے آگے حیوانات کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ اپنے ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا پیکر انسانی میں نمودار ہو گیا۔"[23]

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر رفیع الدین صاحب بھی نظریہ ارتقاء سے متاثر نظر آتے ہیں اور قرآن سے اس کی تائید پیش کرتے ہیں۔

"حقیقت ارتقاء کا تصور دنیا کے علمی مسلمات میں ہی داخل نہیں بلکہ قرآن پر غور و فکر کرنے کے بعد ہم نہایت آسانی کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ یہ تصور روح قرآن کے بھی عین مطابق ہے اور صحیح ہے اور اس تصور کے بارے قرآن کا موقف بالکل وہی ہے جو حکماء نے اختیار کر رکھا ہے یعنی ارتقاء کائنات کے حیاتیاتی مرحلہ کا ارتقاء یا اس کے کسی ایک مرحلہ کا ارتقاء نہیں بلکہ کائنات کا مجموعی ارتقاء ہے جس میں ہر چیز اپنی بساط کے مطابق ارتقاء کرکے اپنا حصہ لیتی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

قرآن میں پہلے انسان کے یکایک پیدا ہو جانے کا ذکر نہیں اور اس کے برعکس انسانی نسل کے تدریجی ظہور کے متعلق اس میں حسب ذیل شواہد موجود ہیں۔" [24]

پھر ان شواہد میں سے "رب" کا ذکر کرکے اس کی وضاحت کرتے ہیں :

"ربوبیت کے معنی کیا ہیں؟ کسی چیز کو ادنیٰ حالت سے ترقی دے کر اعلیٰ حالت تک پہنچانا اور ارتقاء کے معنی کیا ہیں؟ یہی کہ کوئی چیز ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے اعلیٰ حالت تک پہنچے۔ گویا خدا کی ربوبیت کا نتیجہ ارتقاء ہے۔ ارتقاء کے ذریعہ سے ہی خدا کی تمام صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ اور خدا کی کوئی صفت ایسی نہیں جو ارتقاء کے مقاصد سے الگ ظہور پائے۔" [25]

اسی طرح برق صاحب 'نظریہ ارتقاء' کی ایک شق "بقائے اصلح" کی تعریف کرنے کے بعد یہ اعلان کرتے ہیں :

"دنیا یہ سمجھتی ہے کہ بقائے اصلح کا راز سب سے پہلے ڈارون پر منکشف ہوا تھا۔ یہ ایک عالمگیر غلط فہمی ہے۔"

قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے اعلان فرمایا تھا :

وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔ [26]

صرف وہی چیز دنیا میں باقی رہتی ہے جو لوگوں کے لیے مفید ہو۔ [27]

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قانون بقائے اصلح کوئی نئی چیز یا نظریہ نہیں جسے ڈارون نے یا ہربرٹ اسپنسر نے پیش کیا جس کی تائید میں ہمارے مفسرین حضرات زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں بلکہ یہ بات تو تاریخ سے عیاں ہے اور ایک عام فہم بندہ بھی یہ جانتا ہے کہ جو شخص تگ و دو کرے گا وہی بقا و استحکام پائے گا۔ لہٰذا اس اصول کی تائید و حمایت میں خوامخواہ توانائی ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ڈارون نے اس کے ذریعے سے جو نئی انواع میں تغیر کا نظریہ پیش کیا ہے اس کو تو ابھی مغربی سائنسدانوں نے ہی قبول نہیں کیا ہے اور اس کی بے شمار خامیاں منظر عام پر آچکی ہیں۔

جیسا کہ آئرش Dr. William Reville، دی آئرش ٹائم میں اپنا ایک آرٹیکل اس نام سے لکھتے ہیں :

"Theory of Evolution is a Theory, not Fact" -اس آرٹیکل میں مضمون نگار اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اگرچہ ارتقاء ایک حقیقت ہے لیکن نظریہ ارتقاء صرف ایک نظریہ ہے۔ [28]

بلکہ اب تو یہ کھلم کھلا تسلیم کیا جا رہا ہے کہ یہ نظریہ محض فریب نظر ہے۔

مثلاً Franklen Herald تسلیم کرتا ہے :

"We must concede that there are presently no detailed Darwinian accounts of the evolution of any biochemical or cellular system, only a variety of wishful speculations." [29]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

یعنی ہمیں یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ فی الحال کسی بھی بائیو کیمیکل یا سیلولر نظام کے ارتقاء کے بارے میں ڈارون کے کوئی تفصیلی بیانات نہیں ہیں بلکہ صرف مختلف قسم کی قیاس آرائیاں ہیں۔

نظریہ ارتقا اس لیے بھی ایک سائنٹفک تھیوری نہیں ہے کیونکہ یہ ایک تاریخی نظریہ ہے اس لیے یہ سائنسی طور پر قابل تصدیق نہیں، جیسا کہ Michael Denton بیان کرتا ہے:

"For Darwin's model of evolution is still very much a theory and still very much in doubt when being basically a theory of historical reconstruction, it is impossible to verify by Experiment or direct observation as is normal in science." [30]

ڈارون کے نظریہ ارتقا کا ثبوت جانداروں کے فوسل ریکارڈ کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ اس نظریے کا زیادہ تر تعلق تاریخی حقائق سے ہے اور ارتقائی انواع میں Connecting Link کی شہادت کے لیے عبوری پر جاتیوں کے فوسل ریکارڈ ہی اس امر کو ثابت کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ خود ڈارون نے The Origin of Species کے ایک باب نظریے کی مشکلات میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ فوسل ریکارڈ کے بغیر اس تھیوری کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ڈارون اس بارے میں پر امید تھا کہ نئی دریافتیں اس مشکل کو حل کر دیں گی لیکن تا حال ابھی تک ایسا کوئی ریکارڈ نہیں مل سکا ہے۔

ماہر بشریات Jeffery H. Schwartz بھی اس بات کی توقع نہیں رکھتا کہ آئندہ ہمیں عبوری پر جاتیوں کے فوسل مل جائیں گے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ انسان کسی بندر نما مخلوق کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

"We should not expect to find a series of intermediate fossil forms with decreasingly divergent big toes and, at the same time, a decreasing number of apelike features and an increasing number of modern human features." [31]

Wolf Ekkehard Lonning اپنے آرٹیکل "Neo Darwinism and the Big Bang of Man's Origin" میں تحریر کرتا ہے کہ مختلف انواع کے عبوری فوسلز نہ ملنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تغیرات اچانک اور غیر متوقع طور پر وقوع پذیر ہوئے ان تغیرات کو جینیاتی انقلاب کہا جاسکتا ہے۔ اور بعد میں انسانی ابتدا کو ارتقائی ماہر حیاتیات نے ایک دھماکہ سے تعبیر کیا ہے۔ بلکہ Diane Swambrow نے تو اسے "A Big Bang Theory of Human Evolution" کا نام دیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

'Big Bang' قسم کی ابتداء کا خالق کون ہے؟ اس بارے میں مختلف سائنسدانوں اور ماہر بشریات و رکازیات کی تحقیق کا مطالعہ کرنے کے بعد Ekkehard ایک 'Intelligent Design' کی موجودگی کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"In my view, only ingenious design, rather than randomness and the materialistic philosophy that "nothing made everything for no reason.". can adequately explain the big bang of the origin of man. Gradualism is an illusion. Mutation and selection have been weighed and found wanting. All evolutionary time frames offered are too short for the tasks to be met."[32]

مذکورہ بالا مختلف ماہرین اور سائنسدانوں کے دلائل کا جائزہ لیں تو نہ صرف نظریہ ارتقاء کا ابطال واضح ہو جاتا ہے بلکہ اس وسیع کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات مع انسان کے اپنی تخلیق کے لیے ایک خالق کے وجود کی ضرورت پر شاہد ہیں۔ جس کے بغیر محض اتفاقات کے نتیجے میں اس قدر منظّم اور منضبط اور پیچیدہ کائنات معرض وجود میں نہیں آسکتی بلکہ کائنات کا ہر ذرہ ذرہ پکار پکار کر اپنی موجودگی کے لیے اس عظیم ترین خالق کے وجود کی گواہی دے رہا ہے۔

زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اس کرہ ارضی پر اتنے بے شمار انتظامات نظر آتے ہیں کہ یہ کسی طرح باور نہیں کیا جاسکتا کہ یہ محض بخت اور اتفاق کا نتیجہ ہیں۔"[33]

مولانا شہاب الدین ندوی تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء میں ڈارونی نظریہ ارتقاء کی افسانوی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان کر رہے ہیں:

"یہ اور اس قسم کے دیگر حقائق و اعترافات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ارتقاء کا نظریہ محض ایک افسانہ ہے، جس کو مادہ پرستوں نے مذہب اور مذہبی اقدار کی مخالفت میں گھڑا ہے۔"[34]

ہارون یحییٰ نظریہ ارتقا کا ابطال اور تخلیق کی اثباتیت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"حقیقت صاف اور واضح ہے تمام زندگی ایک بے نقص اور جامع ڈیزائن کی پیداوار ہے اور ایک اعلیٰ و فائق تخلیق ہے۔ یہ ایک ایسے خالق کی موجودگی کا ٹھوس ثبوت پیش کرتی ہے جو لا محدود طاقت اور علم و دانش کا سرچشمہ ہے۔

وہ خالق اللہ ہے، آسمانوں اور زمین کا مالک اور اس تمام کا جو ان کے درمیان موجود ہے۔"[35]

اور قرآن پاک خدائے لم یزل اور خالق ارض و سموات کی اس احسن تخلیق اور بے مثال کاریگری کو کس طرح ان چند خوبصورت الفاظ میں سمو رہا ہے۔

"وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔"[36]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اور اس نے ہر موجود چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا۔

پھر قرآن پاک کائنات کی ہر شے کی آفرینش اور انسان کی تخلیق کے مراحل پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے۔

''الَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ۔ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ۔ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَؕ۔قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔'' [37]

یعنی وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائشِ انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے کیا ہی تھوڑا شکر کرتے ہو۔

یہ آیت کائنات اور اس میں موجود تمام بے جان اور جاندار کے عمل آفرینش کے بارے میں واضح نظریہ پیش کرتی ہے کہ اس کائنات کی زندگی کسی ارتقاء کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق کل کے قول ''کن فیکون'' کا نتیجہ ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ نظریہ ارتقاء محض فریب اور سائنسی مغالطہ ہے جس کی تردید مختلف مسلمان مدبرین و مفسرین نے بڑے واضح انداز میں کردی ہے۔

جیسا کہ مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں خدا کے عمل تخلیق کی صراحت اور نظریہ ارتقاء کا رد بیان کر رہے ہیں۔

یہ آیت قرآن مجید کی ان آیات سے ہے جو انسان اول کی براہ راست تخلیق کی تصریح کرتی ہیں۔ ڈارون کے زمانے سے سائنس دان حضرات اس تصور پر بہت ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور بڑی حقارت کے ساتھ وہ اس کو ایک غیر سائنٹفک نظریہ قرار دے کر گویا پھینک دیتے ہیں۔ لیکن انسان کی نہ سہی، تمام انواع حیوانی کی نہ سہی، اولین جرثومہ حیات کی براہ راست تخلیق سے تو وہ کسی طرح پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ اس تخلیق کو نہ مانا جائے تو پھر یہ انتہائی لغو بات ماننی پڑے گی کہ زندگی کی ابتدا محض ایک حادثہ کے طور پر ہوئی ہے۔ حالانکہ صرف ایک خلیہ (CELL) والے حیوان میں زندگی کی سادہ ترین صورت بھی اتنی پیچیدہ اور نازک حکمتوں سے لبریز ہے کہ اسے حادثہ کا نتیجہ قرار دینا، اس سے لاکھوں درجہ غیر سائنٹفک بات ہے۔ جتنا نظریہ ارتقاء کے قائلین نظریہ تخلیق کو ٹھہراتے ہیں اور اگر ایک دفعہ آدمی یہ مان لے کہ حیات کا پہلا جرثومہ براہ راست تخلیق سے وجود میں آیا تھا تو پھر آخر یہی ماننے میں کیا قباحت ہے کہ ہر نوع حیوانی کا پہلا فرد خالق کے تخلیقی عمل سے پیدا ہوا ہے اور پھر اس کی نسل تناسل (Procreation) کی مختلف صورتوں سے چلی ہے۔ اس بات کو مان لینے سے وہ بہت سی گتھیاں حل ہو جاتی ہیں جو ڈارونیت کے علمبرداروں کی ساری سائنٹفک شاعری کے باوجود ان کے نظریہ ارتقاء میں غیر حل شدہ رہ گئی ہیں۔' [38]

خلاصہ بحث

چنانچہ مذکورہ بالا بحث کے جائزہ لینے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تخلیق کائنات سے متعلق دو نظریات ہیں ایک نظریہ تخلیق کہ یہ کائنات ایک خالق نے باقاعدہ منصوبہ کے تحت تخلیق کی ہے اور یہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آئی اور انسان بھی ایک فرد واحد حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں نہ کہ کسی بندر نما مخلوق کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔ برصغیر کے تفسیری ادب میں زیادہ تر مفسرین مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ مودودی، عبدالماجد دریابادی، پیر کرم شاہ الازہری، ڈاکٹر طاہر القادری، مولانا شہاب الدین ندوی وغیرہ سب اسی نظریے کے قائل ہیں۔

جبکہ سر سید اور ان کے متبعین مثلاً عنایت اللہ مشرقی، غلام جیلانی برق اور غلام احمد پرویز وغیرہ سائنس اور مغربی الحاد پرستی کے سائے میں پروردہ نظریہ ارتقاء کے حامی ہیں جس کے مطابق انسانی حیات کی ابتدا سمندر میں اچانک وجود میں آنے والے یک خلوی جاندار سے ہوئی جس نے لاکھوں سالوں کے ارتقائی مراحل طے کرکے بندر اور پھر انسان کی شکل اختیار کی۔ یہ نظریہ، نظریہ ارتقاء کہلاتا ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا سائنسی حوالہ جات اور قرآنی آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ نظریہ ارتقاایک مفروضہ کہانی ہے جسے ابھی ٹھوس سائنسی نظریے کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا ہے۔ کائنات میں زندگی اتفاقی واقعات اور تغیرات کے نتیجے میں اچانک وجود میں نہیں آئی بلکہ یہ سارا نظام ایک خالق کی تخلیق کا شاہکار ہے جس کا نظم وضبط اور مختلف جانداروں کا تنوع اور رنگارنگی ایک عظیم اور مدبر خالق کی گواہ ہے کیونکہ ہر چیز اپنے اپنے دائرہ کار میں نہایت متوازن اور موزوں انداز میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔

لیکن سر سید اور عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز جیسے تجدد پسند مفکرین نے مغربی سائنس سے مطابقت کی خواہش میں متعدد مسلمہ اسلامی عقائد مثلاً فرشتوں، جنات ، جنت و دوزخ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بطور ابو البشر ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس طرح وہ قرآن میں بے جا تاویل بلکہ تحریف کے بھی مرتکب ہوگئے اور ان کے اس نظریے کو وہ پذیرائی اور قبول عام حاصل نہیں ہوا جس کے وہ خواہاں تھے بلکہ سواد اعظم نے ان کے افکار و نظریات کا انکار کیا ہے۔

لہٰذا تخلیق کائنات ارض و سماء اور انسانی حیات سے متعلق آیات کی سائنسی تفسیر کرتے ہوئے سلف صالحین کے تفسیری منہج اور مستند تفسیری اصول و قواعد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ اس ضمن میں انسان گمراہی اور تحریف سے بچ سکے۔

حوالہ جات

1 Buttler, Samuel, Evolution, Old & New , E.P. Dutton and company, 681, fifth avenue, New York, 2011, 61
2 Darwin, Charles, On The Origin of Species by Means of Natural Sciences, D.Pallenton and Company, New York, 1860, 10-11
3 On The Origin of species, 60-78
4 Ibid, 14
5 Darwin’ Charles, The Descent of Man and selection in Relation to sex, Burt Company Publishers, New York 1871, viii.
6صدیقی، عبدالحمید، ڈارون کا نظریہ ارتقاء، مشمولہ ترجمان القرآن، جلد ۵۰، عدد ٦، ٣٤٦
Abdul Hameed Sadiqui, Darwin ka Nazriya Irtiqa, Tarjman Ul Quran, Vol.51, Issue 4, 23

7سر سید، احمد خان، ادنٰی حالت سے اعلیٰ حالت پر انسان کی ترقی، مشمولہ، تہذیب الاخلاق، جلد دوم، شمارہ نمبر ۱۱، یکم شعبان ۱۳۱۴ ھجری، ۱۳۲۵ نبوی، مضمون نمبر ۴۰، ص: ۱۹۳

Sir Sayyed Ahmad Khan, Adna Halat se Aala Halat per Insaan ki Taraqi, Tahzib ul Akhlaq, Vol.2, Issue 11, 1st Shoban 1314(A.H), Essay No.40, 193

8عنایت اللہ المشرقی، تذکرہ، ۱/ ۱۷۶-۱۷۵

Innayat Ullah Al-Mashriqi, Tazkira, Al-Faisal Publishers and Traders, Lahore, 191/1

9النور، ۲۴:۵۵

Al-Nur, 24:55

10عنایت اللہ المشرقی، تذکرہ، ۱/ ۱۷۶-۱۷۵

Innayat Ullah Al-Mashriqi, Tazkira, 176-198/1

11ایضاً، ۱/۱۸۰

Ibid 180/1

12ایضاً، ۱/۱۸۱

Ibid 181/1

13ایضاً، ۱/۱۹۱

Ibid 191/1

14ایضاً، ۱/۱۸۵

Ibid 185/1

15الانبیاء ۲۱: ۳۵

Al-Ambia, 21:35

16عنایت اللہ المشرقی، تذکرہ، ۱/ ۱۷۶-۱۷۵

Innayat Ullah Al-Mashriqi, Tazkira, 192/1

17ایضاً، ۱/۱۹۹

Ibid, 199/1

18ایضاً، ۱/۱۹۶

Ibid, 196/1

19النور، ۲۴:۵۵

Al-Nur, 24:45

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

20عنایت اللہ المشرقی، تذکرہ، ۱/۔۱۹۶۔۱۹۷

Innayat Ullah Al-Mashriqi, Tazkira, 196-197/1

21 Ibid

22.برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، رمز ایمان، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۲ء، ۸۵

Barq, Ghulam Jillani, Ramz-e- Iman, Al-Faisal Publishers and Traders of Books,-86Lahore, 2012, 85.

23 پرویز، غلام احمد، علامہ، عالمگیر افسانے، ادارہ طلوع اسلام، گلبرگ ۲، لاہور، س۔ن۔، ۶

Pervez, Ghulam Ahmad, Allama, Alamgir Afsaney, Idara Talu e Islam, Gulberg-II, Lahore , 6

24 ڈاکٹر، رفیع الدین، قرآن اور علم جدید، ۱۴۴۔۱۴۳

Raffi-ud-Din, Mohammad, Dr., Quran Aur Ilm-e-Jadeed, Dr. Raffi-ud-Din Foundation, Quran Academy, 36 K, Lahore, 143-144

25 Ibid

26 الرعد، ۱۷: ۱۳

Al-Raad, 13:17

27.برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، رمز ایمان، ۸۶۔۸۵

Barq, Ramz-e- Iman, 85-86

28 Revile, William, Dr., Theory of Evolution is a Theory, not Fact, The Irish Times, Mon, May 6, 1996, 01:00pm, http//www.irishtimes.com/news/1042678, accessed on 10-03-2023,

29 Herald, Franklin, M. , The Way of the Cell Molecules, Organisms and the Order of Life, Oxford University Press, New York, 2001, 5.

30 Denton Michael, Evolution: A theory in crisis, Adler & Adler Publishers, 1986, 75

31 Schwartz, Jeffery H., Sudden Origins, Genes, and the Emergence of Species, John Wiley and Sons, New York, 1999, 378

32 Lonning Wolf, Ekehard, Neo Darwinism and the Big Bang of Man's Origin, https://evolutionnews.org/25/2/2020 on Human Origins, accessed on 10-02-2023

33 ایلن، فرینک، ڈاکٹر، کائنات کی تخلیق، ایک حادثہ یا باقاعدہ منصوبہ؟ مترجم: پروفیسر عبدالحمید صدیقی، مشمولہ ماہنامہ ترجمان القرآن، اکتوبر ۲۰۱۹ء، ۴۶

Allen, Frank, Dr., Kainat ki Takhliq, Aik Hadisa ya Baqaid Mansooba?, Prof. Abdul Hameed Sadiqi(Translator), Tarjuman-ul-Quran, October 2019, 46

34شہاب الدین ندوی، محمد، مولانا، تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن۔، ۱۱۶

Shahabuddin Nadvi, Mohammad, Molana, Takhliq Adam Aur Nazriya Irtiqa, Majlis-e-Nashriyat Islam Karachi, 116

35ہارون یحییٰ، نظریہ ارتقاء ایک فریب، مترجم ڈاکٹر تصدق حسین راجا، اسلامک ریسرچ سینٹر، پاکستان، ۲۰۰۲، ۱۹۶

Haroon Yahya, Nazria Irtiqa; Aik Faraib, (Translator) Dr. Tassaduq Hussain Raja, Islamic Research Centre Pakistan, 2002, 196۶

36سورۃ الفرقان، ۲۵: ۴

Al-Furqan, 25:4

37السجدہ، ۳۳: ۹۔۷

Al-Sajjada, 33:7-9

38مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۷ء، ۴۰/۴

Maududi, Abu Al-Aala, Syed, Tafheem-ul-Quran, Idara Tarjuman ul Quran, Lahore, 1987, 404